بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ یوسف

(۴)

(گذشتہ سے پیوستہ)

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

وَ قَالَ الۡمَلِکُ ائۡتُوۡنِیۡ بِہٖۤ اَسۡتَخۡلِصۡہُ لِنَفۡسِیۡ ۚ فَلَمَّا کَلَّمَہٗ قَالَ اِنَّکَ الۡیَوۡمَ لَدَیۡنَا مَکِیۡنٌ اَمِیۡنٌ ﴿۵۴﴾ قَالَ اجۡعَلۡنِیۡ عَلٰی خَزَآئِنِ الۡاَرۡضِ ۚ اِنِّیۡ حَفِیۡظٌ عَلِیۡمٌ ﴿۵۵﴾

بادشاہ نے کہا: اُس کو میرے پاس لاؤ، میں اُسے اپنے لیے خاص رکھوں گا۔[74] پھر جب اُس سے بات چیت کی تو (اِس قدر متاثر ہوا کہ) اُس نے کہا: اب تم ہمارے ہاں صاحب اقتدار ہو اور تم پر بھروسا کیا جائے گا۔[75] یوسف نے کہا: اِس ملک کے خزانے میرے سپرد کر دیجیے، میں حفاظت کرنے والا بھی ہوں اور علم بھی رکھتا ہوں۔[76] ۵۴-۵۵

[74] اِس پر تعجب نہ ہونا چاہیے۔ بادشاہ کے خواب کی نہایت دل نشیں تعبیر اور اُس کے ساتھ جس ہول ناک قحط کے ظہور کی خبر خواب میں دی گئی تھی، اُس کے مقابلے کی تدبیر، الزامات کی تحقیق کے بغیر رہائی کی پیش کش قبول کرنے سے انکار اور اِس کے نتیجے میں عزیز کی بیوی اور دوسری عورتوں کا اعتراف حق، استاذ امام کے الفاظ میں، اِن تینوں میں سے کوئی ایک بات بھی بادشاہ کو حضرت یوسف کا گرویدہ بنانے کے لیے کافی ہو سکتی تھی، لیکن جس شخص کے باب میں یہ تینوں باتیں اکٹھی بادشاہ کے علم میں آئیں، آخر وہ اُس کا نادیدہ عاشق نہ ہو جاتا تو اور کیا کرتا۔ چنانچہ اُس نے

اعلان کر دیا کہ میں یوسف کو اپنا معتمد خاص بنا رہا ہوں۔

۷۵۔ یہ بادشاہ کی طرف سے نظم حکومت میں بڑے سے بڑے منصب کی پیش کش ہے جو اُس نے یوسف علیہ السلام کے ساتھ گفتگو کے نتیجے میں آپ کے علم، آپ کی لیاقت اور صلاحیت واستعداد کو دیکھ کر کی ہے، لیکن آپ اِس پیش کش کو کس صورت میں قبول فرماتے ہیں، اِسے آپ کی صواب دید پر چھوڑ دیا ہے۔

۷۶۔ یوسف علیہ السلام جس قحط کی پیشین گوئی کر چکے تھے، اِس وقت سب سے بڑی مہم اُسی میں ملک کو سنبھالنے کی تھی۔ بادشاہ کی سب سے بڑی خواہش بھی اِس صورت حال میں یہی ہو سکتی تھی۔ چنانچہ اُنھوں نے اسی کے مطابق اپنی راے بادشاہ کے سامنے رکھ دی۔ یہ کم وبیش اُسی اختیار واقتدار کا مطالبہ ہے جو پارلیمانی نظام حکومت میں کسی ملک کے وزیر اعظم کو حاصل ہوتا ہے۔ بائیبل میں ہے:

> ''اور فرعون نے یوسف سے کہا: چونکہ خدا نے تجھے یہ سب کچھ سمجھا دیا ہے، اِس لیے تیری مانند دانش ور اور عقل مند کوئی نہیں۔ سو تو میرے گھر کا مختار ہو گا اور میری ساری رعایا تیرے حکم پر چلے گی۔ فقط تخت کا مالک ہونے کے سبب سے میں بزرگ تر ہوں گا۔ اور فرعون نے یوسف سے کہا کہ دیکھ میں تجھے سارے ملک مصر کا حاکم بناتا ہوں۔ اور فرعون نے اپنی انگشتری اپنے ہاتھ سے نکال کر یوسف کے ہاتھ میں پہنا دی اور اُسے باریک کتان کے لباس میں آراستہ کروا کر سونے کا طوق اُس کے گلے میں پہنایا۔ اور اُس نے اُسے اپنے دوسرے رتھ میں سوار کرا کر اُس کے آگے آگے یہ منادی کروا دی کہ گھٹنے ٹیکو اور اُس نے اُسے سارے ملک مصر کا حاکم بنا دیا اور فرعون نے یوسف سے کہا: میں فرعون ہوں اور تیرے حکم کے بغیر کوئی آدمی اِس سارے ملک مصر میں اپنا ہاتھ پاؤں ہلانے نہ پائے گا۔''
>
> (پیدایش ۴۱: ۳۹-۴۴)

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

یہاں یہ بات واضح رہے کہ یوسف علیہ السلام کے ہم عصر اِس بادشاہ کے لیے لفظ 'فرعون' کا استعمال بائیبل کے مرتبین کی غلطی ہے۔ یہ بادشاہ مصری حکمرانوں کے پندرھویں خاندان سے تھا جو تاریخ میں چرواہے بادشاہوں (Hyksos Kings) کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں۔ یہ لوگ عربی النسل تھے اور شام وفلسطین سے مصر جا کر ۲ ہزار قبل مسیح کے لگ بھگ زمانے میں مصر کی حکومت پر قابض ہو گئے تھے۔ عرب مورخین اِنھیں عمالیق کہتے ہیں۔ دور حاضر کے محققین کی عام راے ہے کہ چرواہے بادشاہوں میں سے جس حکمران کا نام مصری تاریخ میں اپوفیس (Apophis) ملتا ہے، وہی حضرت یوسف کا ہم عصر تھا۔ فرعون مصر کی مذہبی اصطلاح تھی اور یہ لوگ مصری مذہب کو نہیں مانتے تھے۔ چنانچہ یہ نام اُن قبطی النسل بادشاہوں کے لیے استعمال ہوتا ہے جو اِن کی حکومت ختم کر کے اِن کے بعد پندرھویں صدی قبل مسیح کے اواخر میں کسی وقت برسر اقتدار آئے۔

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَلَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۷﴾

وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّيْٓ اُوْفِي الْكَيْلَ

یوسف کو اِس طرح ہم نے اُس ملک میں اقتدار عطا فرمایا، وہ اُس میں جہاں چاہے، اپنی جگہ بنائے[۷۷]۔ ہم اپنی رحمت سے جس کو چاہتے ہیں، نوازتے ہیں اور خوبی اختیار کرنے والوں کا اجر ہم کبھی ضائع نہیں کرتے[۷۸]۔ آخرت کا اجر، البتہ اُن لوگوں کے لیے اِس سے کہیں بڑھ کر ہے جو ایمان لائے اور (خدا سے) برابر ڈرتے رہے۔ ۵۶-۵۷

(اِس کے کئی برس بعد) یوسف کے بھائی مصر آئے[۷۹] اور اُس کے ہاں بھی حاضر ہوئے[۸۰] تو اُس نے اُنھیں پہچان لیا، مگر اُنھوں نے یوسف کو نہیں پہچانا[۸۱]۔ (پھر اُن کی واپسی کے وقت)، جب اُس نے اُن کا سامان تیار کرایا تو اُن سے کہا: (اب آؤ گے تو) اپنے سوتیلے بھائی کو بھی میرے پاس لانا، دیکھتے

۷۷؎ یعنی جہاں چاہے، فروکش ہو، جس حصۂ ملک کا چاہے دورہ کرے، مصر اُس کا ہے، اُس میں جو نظم ونسق جس جگہ اور جس کے لیے ضروری سمجھے، اُس کا حکم جاری کردے۔ یہ اُس ہمہ گیر اقتدار واختیار کا بیان ہے جو بادشاہ کے فرمان سے یوسف علیہ السلام کو اُس ملک میں حاصل ہو گیا۔

۷۸؎ مطلب یہ ہے کہ اُن کی خوبی عمل کا اجر اُن کو دنیا میں بھی کسی نہ کسی صورت میں لازماً دیتے ہیں۔

۷۹؎ آگے کی آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ بھی غلہ خریدنے کی غرض سے مصر آئے تھے۔ حضرت یوسف نے جس قحط کی پیشین گوئی کی تھی، وہ شروع ہو چکا تھا اور اُس نے مصر اور اُس کے ملحقہ ممالک شام وفلسطین وغیرہ، سب کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ تاہم یوسف علیہ السلام کی پیش بندی اور حسن انتظام کی وجہ سے مصر نہ صرف یہ کہ اپنے جمع شدہ غلے سے اپنی ضروریات پوری کر رہا تھا، بلکہ پاس پڑوس کے ملکوں سے دوسرے ضرورت مندوں کو بھی اجازت دی گئی تھی کہ وہ اگر چاہیں تو وہاں آ کر ایک معین مقدار میں غلہ خرید سکتے ہیں۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

وَاَنَا خَيۡرُ الۡمُنۡزِلِيۡنَ﴿۵۹﴾ فَاِنۡ لَّمۡ تَاۡتُوۡنِىۡ بِهٖ فَلَا كَيۡلَ لَـكُمۡ عِنۡدِىۡ وَلَا تَقۡرَبُوۡنِ﴿۶۰﴾
قَالُوۡا سَنُرَاوِدُ عَنۡهُ اَبَاهُ وَاِنَّا لَفٰعِلُوۡنَ﴿۶۱﴾

نہیں ہو کہ میں غلہ بھی پورے پیمانے سے دیتا ہوں اور بہت اچھی میزبانی کرنے والا بھی ہوں۔ لیکن اگر تم اُس کو میرے پاس نہیں لاؤ گے تو نہ میرے پاس تمھارے لیے غلہ ہے اور نہ تم میرے قریب پھٹکنا۔[۸۲] اُنھوں نے کہا: ہم اُس کے بارے میں اُس کے باپ کو راضی کرنے کی کوشش کریں گے اور ہم یہ ضرور کریں گے۔[۸۳] ۵۸-۶۱

۸۰۔ یوسف علیہ السلام کے بھائی چونکہ بیرونی تھے، اِس لیے غلہ خریدنے کے لیے اُنھیں خاص اجازت نامہ حاصل کرنے کی ضرورت پیش آئی ہوگی۔ یہ حاضری غالباً اِسی مقصد سے ہوئی۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

۸۱۔ یہ نہ پہچاننا کچھ بعید از قیاس نہیں ہے۔ جس وقت اُنھوں نے آپ کو کنویں میں پھینکا تھا، اُس وقت آپ صرف ۱۷ سال کے تھے اور اب آپ کی عمر ۳۸ سال ہو چکی تھی۔ یہ کم و بیش ۲۰ سال کا عرصہ ہے۔ اتنی مدت آدمی کو بہت کچھ بدل دیتی ہے۔ آگے آیت ۹۰ سے اشارہ نکلتا ہے کہ آپ کی شکل و صورت میں اُنھیں اپنے بھائی کی جھلک ضرور نظر آئی، مگر جلد ہی اِس خیال کو اُنھوں نے اپنے دل سے نکال دیا، اِس لیے کہ وہ یہ گمان کسی طرح نہیں کر سکتے تھے کہ جس شخص کو اُنھوں نے اندھے کنویں میں ڈال دیا تھا، وہ آج مصر کے تخت حکومت پر متمکن ہے۔

۸۲۔ غلے کی ضابطہ بندی کی جائے تو بالعموم یہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے کہ ہر ضرورت مند کو اُس کے افراد خاندان کے حساب سے غلہ دیا جائے۔ اِن لوگوں نے اپنے بھائی بن یمین کے نام پر بھی غلہ حاصل کیا ہوگا۔ اِس سے حضرت یوسف کو موقع مل گیا کہ وہ اصرار کریں کہ اِس وقت تو میں نے تمھاری بات مان لی ہے کہ پیچھے تمھارا ایک بھائی اور بھی ہے، لیکن آیندہ اُس کو لے کر آنا ہوگا۔ نہیں لاؤ گے تو تمھیں جھوٹا سمجھا جائے گا، لہٰذا اِس کے بعد تم میرے قریب بھی پھٹکنے کی کوشش نہ کرنا۔

۸۳۔ یعنی اپنی طرف سے کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں گے۔ اِس فقرے میں اُن کے دل کا چور نمایاں ہے کہ نہ لا سکے تو اِس کی وجہ صرف یہ ہوگی کہ باپ نے اجازت نہیں دی۔ اِس لیے کہ جو کچھ وہ یوسف علیہ السلام کے ساتھ کر چکے تھے، اُس کے بعد اِس کا پورا امکان تھا۔

وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا انْقَلَبُوْٓا
اِلٰٓى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٦٢﴾ فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا
الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿٦٣﴾ قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ
اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿٦٤﴾
وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا نَبْغِيْ
هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ذٰلِكَ

یوسف نے اپنے خدام سے کہا کہ اِن لوگوں نے غلے کے عوض جو مال دیا ہے، وہ (چپکے سے) اِن کے کجاووں ہی میں رکھ دو۔ اِس سے مقصود یہ ہے کہ جب وہ اپنے اہل وعیال میں پہنچیں تو اِسے پہچان لیں (کہ اُنھی کا مال ہے جو اُنھیں واپس کر دیا گیا ہے) تاکہ وہ پھر آئیں۔[۸۴] سو جب وہ اپنے باپ کے پاس لوٹے تو کہا: ابا جان، (آیندہ) ہم سے غلہ روک دیا گیا ہے، لہٰذا ہمارے بھائی (بن یمین) کو بھی ہمارے ساتھ جانے دیجیے کہ ہم (اپنی سچائی ثابت کر سکیں اور) غلہ لائیں، ہم اُس کی حفاظت کا عہد کرتے ہیں۔ باپ نے جواب دیا: کیا میں اُس کے معاملے میں بھی تم پر ویسا ہی بھروسا کروں، جیسا اِس سے پہلے اُس کے بھائی کے معاملے میں تم پر بھروسا کر چکا ہوں؟ سو اللہ بہترین محافظ ہے اور وہ سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔[۸۵] ۶۲-۶۴

(اِس کے بعد) جب اُنھوں نے اپنا سامان کھولا تو دیکھا کہ اُن کی پونجی بھی اُنھیں لوٹا دی گئی ہے۔ (یہ دیکھ کر) وہ پکار اُٹھے: ابا جان، ہمیں اور کیا چاہیے! (دیکھیے)، یہ ہماری پونجی ہمیں لوٹا دی گئی ہے۔ اب ہم جائیں گے، اپنے اہل وعیال کے لیے رسد لائیں گے،[۸۶] اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے، ایک

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

۸۴؎ یہ اِس لیے فرمایا کہ مال کی کمی اُن کے دوبارہ آنے میں رکاوٹ نہ بن جائے۔

۸۵؎ مدعا یہ ہے کہ تمھارے بھروسے کا تجربہ تو اِس سے پہلے کر چکا ہوں، لہٰذا بھیجنا پڑا تو خدا ہی کے بھروسے پر بھیجوں گا، تمھارے بھروسے پر نہیں بھیجوں گا۔

كَيۡلٌ يَّسِيۡرٌ ﴿٦٥﴾ قَالَ لَنۡ اُرۡسِلَهٗ مَعَكُمۡ حَتّٰى تُؤۡتُوۡنِ مَوۡثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاۡتُنَّنِىۡ
بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنۡ يُّحَاطَ بِكُمۡ فَلَمَّاۤ اٰتَوۡهُ مَوۡثِقَهُمۡ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوۡلُ وَكِيۡلٌ ﴿٦٦﴾
وَقَالَ يٰبَنِىَّ لَا تَدۡخُلُوۡا مِنۡۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادۡخُلُوۡا مِنۡ اَبۡوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ وَمَاۤ
اُغۡنِىۡ عَنۡكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ مِنۡ شَىۡءٍ اِنِ الۡحُكۡمُ اِلَّا لِلّٰهِ عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ وَعَلَيۡهِ فَلۡيَتَوَكَّلِ

بارِ شتر غلہ زیادہ حاصل کریں گے[87]، یہ غلہ (جو اِس وقت ہم لائے ہیں، یہ) تھوڑا ہے[88]۔ باپ نے جواب دیا: میں اُس کو ہرگز تمھارے ساتھ نہ بھیجوں گا، جب تک تم خدا کے نام پر مجھ سے عہد نہ کرو کہ تم اُس کو ضرور میرے پاس واپس لاؤ گے، الاّ یہ کہ تم کہیں گھِر جاؤ۔ سو (اُس کے اصرار پر) جب اُنھوں نے اُس کو اپنا پکا قول دے دیا تو اُس نے کہا: یہ قول و قرار جو ہم کر رہے ہیں، اِس پر اللہ نگہبان ہے۔۶۵-۶۶

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

(پھر روانہ ہونے لگے تو) اُس نے اُن کو ہدایت کی کہ میرے بیٹو، تم سب ایک ہی دروازے سے (مصر کے دارالسلطنت میں) داخل نہ ہونا، بلکہ الگ الگ دروازوں سے جانا[89]۔ (یہ محض ایک تدبیر ہے، ورنہ) حقیقت یہ ہے کہ میں اللہ کے مقابل میں تمھارے کچھ بھی کام نہیں آ سکتا۔ تمام

۸۶؎ اصل الفاظ ہیں: 'وَنَمِيۡرُ اَهۡلَنَا'۔ اِن کا معطوف علیہ وضاحت قرینہ کی بنا پر محذوف ہے۔ ہم نے ترجمے میں اُسے کھول دیا ہے۔

۸۷؎ اِس سے معلوم ہوا کہ غلے کی ضابطہ بندی اِس طرح کی گئی تھی کہ اُس میں بیرونی ضرورت مند ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر غلہ حاصل کر سکتے تھے۔

۸۸؎ اِن جملوں کی بلاغت دیکھیے، قرآن نے اُن کی بات اِس طرح نقل کی ہے کہ استاذ امام کے الفاظ میں اُن کی خوشی اُن کے فقرے فقرے سے ابلی پڑ رہی ہے۔

۸۹؎ یہ اِس لیے فرمایا کہ ایک ہی وقت میں گیارہ قبائلی جوان جب ایک جتھے کی صورت میں شہر میں داخل ہوں گے تو ہو سکتا ہے کہ اُنھیں مشتبہ سمجھا جائے اور شہر کے لوگ یہ گمان کریں کہ اِس قحط کے زمانے میں یہ لوٹ مار کی غرض سے یہاں آئے ہیں۔

الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰهَا وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٦٨﴾

وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَيْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّيْۤ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٦٩﴾ فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِيْ رَحْلِ اَخِيْهِ

اختیار تو اللہ ہی کا ہے۔ میں نے اُسی پر بھروسا کیا ہے اور بھروسا کرنے والوں کو اُسی پر بھروسا کرنا چاہیے۔ (چنانچہ) جس وقت وہ (شہر میں) داخل ہوئے، جہاں سے اُن کے باپ نے اُن کو ہدایت کی تھی تو (واقعہ بھی یہی تھا کہ) وہ اللہ کے مقابل میں اُن کے کچھ بھی کام نہیں آ سکتا تھا، مگر یعقوب کے دل میں بس ایک خیال تھا جو اُس نے پورا کر لیا۔[٩٠] وہ بے شک اُس علم سے بہرہ مند تھا جو ہم نے اُسے سکھایا تھا، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔[٩١] ٦٧-٦٨

یہ لوگ جب یوسف کے حضور پہنچے تو اُس نے اپنے بھائی کو خاص اپنے پاس جگہ دی۔ (پھر تنہائی کے کسی وقت میں) اُس نے اُسے بتایا کہ میں تمھارا بھائی، (یوسف) ہوں۔ سو جو کچھ یہ کرتے رہے ہیں، اب اُس کا غم نہ کرو۔[٩٢] پھر (اُن کی واپسی کے وقت)، جب اُن کا سامان تیار کرایا تو اپنا پیالہ (از راہ محبت) اپنے بھائی کے سامان میں رکھ دیا۔[٩٣] اِس کے بعد (خدا کی قدرت سے ایسا ہوا کہ

٩٠۔ یہ تدبیر اور تقدیر کے باہمی تعلق کو واضح کر دیا ہے کہ تقدیر بہر حال اٹل ہے، کوئی تدبیر بھی اُس کو بدل نہیں سکتی۔ انسان صرف یہ کر سکتا ہے کہ حالات و مصالح کے لحاظ سے جو خیال اُس کے دل میں آئے، اُسے پورا کر لے۔ اِس سے زیادہ کوئی چیز اُس کے اختیار میں نہیں ہے۔ اپنی ہر تدبیر کے بارے میں بندۂ مومن کو یہی حقیقت پیش نظر رکھنی چاہیے۔

٩١۔ یعنی اُس علم سے بہرہ مند تھا جو انسان کو بتاتا ہے کہ خدا کی مشیت ہر چیز پر حاوی ہے، لیکن اِس کے باوجود انسان کا فرض ہے کہ وہ ضروری تدبیر کرے، اِس لیے کہ خدا کی تقدیر بعض اوقات اُسی تدبیر سے وابستہ ہوتی ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ ﴿۷۱﴾
قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ ﴿۷۲﴾ قَالُوْا
تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِی الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ ﴿۷۳﴾ قَالُوْا فَمَا
جَزَآؤُهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ ﴿۷۴﴾ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِیْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ
كَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا

عین اُسی وقت) ایک پکارنے والے نے پکارا کہ قافلے والو، تم یقیناً چور ہو۔ اُنھوں نے اُن کی طرف پلٹ کر پوچھا: تمھاری کیا چیز کھوئی گئی ہے؟ اُنھوں نے جواب دیا: ہم بادشاہ کا پیمانہ نہیں پا رہے ہیں۔ (اُن کے جمعدار نے کہا): اور جو اُس کو لائے گا، اُس کے لیے ایک بار شتر غلہ ہے، میں اِس کا ذمہ لیتا ہوں۔ یوسف کے بھائیوں نے کہا: خدا کی قسم، تمھیں معلوم ہے کہ ہم اِس لیے نہیں آئے کہ اِس ملک میں فساد کریں اور ہم چوری کرنے والے لوگ نہیں ہیں۔ اُنھوں نے کہا: اگر تم جھوٹے ثابت ہوئے تو چور کی کیا سزا ہے؟ اُنھوں نے کہا: اُس کی سزا؟ جس کے سامان سے کھوئی ہوئی چیز نکلے، وہ آپ ہی اپنی سزا میں رکھ لیا جائے۔[۹۴] اِس طرح کے ظالموں کو ہم یہی سزا دیا کرتے ہیں۔[۹۵] اِس پر اُس شخص نے یوسف کے بھائی کی خرجی سے پہلے اُن کی خرجیوں کی تلاشی لینا شروع کی، پھر (بادشاہ کا پیمانہ تو نہیں ملا،[۹۶]

www.javedahmadghamidi.com www.almawrid.org

۹۲ مطلب یہ ہے کہ تمھارے آزردہ خاطر رہنے کے دن ختم ہوئے۔ خدا کی مدد شامل حال رہی تو اب راحت ہی راحت ہے، اِس لیے غم نہ کرو۔ یہ اب تمھیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔

۹۳ یوسف علیہ السلام نے جس طرح پچھلی ملاقات کے موقع پر اپنے بھائیوں کا دیا ہوا مال اُن کے کجاووں میں رکھوا دیا تھا، اُسی طرح یہ پیالہ بھی بن یمین کو کچھ بتائے بغیر اُس کے سامان میں رکھ دیا تاکہ واپس جا کر اپنا سامان کھولے تو اُن کا یہ تحفہ پا کر خود بھی مسرور ہو اور بھائی کے اختیار و اقتدار کی یہ نشانی اپنے باپ کو بھی دکھائے۔

۹۴ یعنی غلام بنا کر روک لیا جائے۔

۹۵ یہ اُن کے علاقے کا کوئی رواج بھی ہو سکتا ہے۔ ضروری نہیں ہے کہ اِسے دین ابراہیمی کا حکم سمجھا جائے۔

مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ
اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ وَ فَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ﴿٧٦﴾

لیکن) اُس کے بھائی کی خرجی سے اُس نے وہ (پیالہ) برآمد کرلیا (جو یوسف نے رکھا تھا)۔ہم نے اِس طرح یوسف کے لیے (اُس کے بھائی کے روکنے کی) تدبیر کی، (اِس لیے کہ) بادشاہ کے قانون کی رو سے وہ اپنے بھائی کو روکنے کا مجاز نہ تھا[97]، الّا یہ کہ خدا ہی چاہے[98]۔ہم جس کے درجے چاہتے ہیں، بلند کر دیتے ہیں[99] اور (حقیقت یہ ہے کہ) ایک علم والا ہر صاحب علم سے بالاتر ہے[100]۔۶۹-۷۶

ابراہیم علیہ السلام کو کسی خطۂ ارض میں کبھی سیاسی اقتدار حاصل نہیں ہوا، اِس لیے یہ ماننا قرین قیاس نہیں ہے کہ اُنھیں جو شریعت دی گئی تھی، اُس میں جرم وسزا سے متعلق بھی احکام موجود تھے۔

۹۶؎ اِس کی دلیل یہ ہے کہ بن یمین کے سامان میں 'السِّقَايَة' (پیالہ) رکھا گیا تھا جس کے لیے مونث کی ضمیر استعمال ہوئی ہے۔ اِس کے برخلاف شاہی کارندے 'صُوَاعَ الْمَلِكِ' (بادشاہ کا پیمانہ) تلاش کر رہے تھے۔ چنانچہ آیت میں دیکھ لیجیے، اِس کے لیے مذکر اور جو چیز برآمد کی گئی ہے، اُس کے لیے مونث کی ضمیر آئی ہے۔

۹۷؎ یوسف علیہ السلام اپنے بھائی بن یمین کو پا جانے کے بعد اب یہ خطرہ مول لینے کے لیے تیار نہیں تھے کہ اُس کو واپسی کے سفر میں بھی اُنھی ظالموں کے حوالے کر دیں جو اُس کے ساتھ کچھ بھی کر سکتے تھے۔ اِس کے لیے ضروری تھا کہ اُسے ساتھ جانے سے روکا جائے۔ اِس مرحلے میں وہ اپنے آپ کو ظاہر بھی نہیں کرنا چاہتے تھے اور ملکی قانون کی رو سے بھائی کو بغیر کسی وجہ کے روک لینا بھی ممکن نہیں تھا، اِس لیے کہ تمام اختیارات کے باوجود اُن کے شایان شان یہی تھا کہ جو قدم بھی اٹھائیں، قانون کے مطابق اٹھائیں۔ قرآن کا ارشاد ہے کہ اِس موقع پر خدا نے مدد فرمائی اور عین اُسی وقت جب وہ اپنا پیالہ بن یمین کے سامان میں رکھ چکے تھے اور اُن کے بھائی رخصت ہونے کو تھے، بادشاہ کا پیمانہ کہیں اِدھر اُدھر ہو گیا اور تلاش کے باوجود نہیں ملا۔ اِس پر دربار کے کارندوں کا شبہ اُنھی بھائیوں کی طرف گیا جو وہاں سے جانے کے لیے نکل رہے تھے اور اِس طرح وہ صورت پیدا ہو گئی جس کے نتیجے میں یوسف علیہ السلام کے بھائی بن یمین کو اُن کے پاس چھوڑ دینے کے لیے مجبور ہو گئے۔ یہ خدائی تدبیر تھی جو بالکل اُسی طرح سامنے آئی، جس طرح اِس نوعیت کے غیر معمولی اتفاقات کبھی کبھی ہمارے مشاہدے میں بھی آ جاتے ہیں اور ہم اُن کی کوئی توجیہ نہیں کر پاتے۔ حضرت یوسف اور اُن کے بھائی نے اِس موقع پر اِس کے سوا کچھ نہیں کیا کہ جو کچھ ہوتا رہا، اُسے خاموشی

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

قَالُوْٓا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ﴿۷۷﴾ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۷۸﴾ قَالَ

بھائیوں نے (یہ دیکھا تو) کہا: اگر یہ چوری کرے تو (کچھ تعجب کی بات نہیں ہے)، اِس سے پہلے اِس کا ایک بھائی بھی چوری کر چکا ہے۔[۱۰۱] (یہ سراسر تہمت تھی)، مگر یوسف نے اِس کو اپنے دل ہی میں رکھا، اُن پر اِسے ظاہر نہیں کیا، بس اپنے جی میں اتنی بات کہہ کر رہ گیا کہ تم لوگ بڑے ہی برے ہو اور جو کچھ تم بیان کر رہے ہو، اللہ اُس کو خوب جانتا ہے۔ اُنھوں نے کہا: اے عزیز، اِس کا ایک بہت بوڑھا باپ ہے، سو اِس کی جگہ آپ ہم میں سے کسی کو رکھ لیجیے، ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ بڑے نیک نفس

سے دیکھتے رہے۔ اِس میں شبہ نہیں کہ بن یمین پر اِس کے نتیجے میں وقتی طور پر ایک الزام کا دھبا لگا، لیکن اُسے معلوم تھا کہ اِسے بہت جلد دھل جانا ہے۔ لہٰذا وہ بھی مطمئن رہا اور کسی اضطراب کا اظہار نہیں کیا۔

۹۸؎ اور اپنی قدرت سے کوئی ایسی صورت پیدا کر دے کہ قانون کی خلاف ورزی بھی نہ ہو اور بن یمین کو روک بھی لیا جائے۔

۹۹؎ یوسف علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اُس کو ایسے مقام بلند پر پہنچا دیتے ہیں کہ کائنات کا پروردگار اُس کے لیے تدبیریں فرماتا ہے۔

۱۰۰؎ یعنی خداے لایزال جس کا علم ہی علم حقیقی ہے۔ چنانچہ وہی جانتا ہے کہ کیا چیز پردۂ غیب سے کس وقت اور کس صورت میں نمودار ہو جائے گی اور جو کچھ بظاہر ناممکن نظر آ رہا ہے، اُسے ممکن بنا دے گی۔

۱۰۱؎ یہ اُنھوں نے اپنی خفت مٹانے کے لیے کہا۔ پہلے کہہ چکے تھے کہ ہم چور نہیں ہیں۔ اب جو دیکھا کہ بھائی کی خرجی سے مال برآمد ہو گیا ہے تو فوراً ایک جھوٹی بات بنا کر اپنے آپ کو بھائی سے الگ کر لیا اور دوسرے بھائی کو بھی اُسی الزام میں لپیٹ لیا۔ اِس سے، ظاہر ہے کہ یہ تاثر دینا مقصود تھا کہ یہ ہمارا حقیقی بھائی نہیں ہے، بلکہ سوتیلا بھائی ہے اور چوری کی خصلت اپنی ماں کی طرف سے لایا ہے۔ اِس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یوسف اور اُن کے بھائی بن یمین کے لیے اُن کے دلوں میں کس قدر بغض اور کینہ چھپا ہوا تھا۔

مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ﴿۷۹﴾ فَلَمَّا
اسْتَيْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ
مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ
لِيْٓ اَبِيْٓ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا
يٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ وَمَا شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ﴿۸۱﴾

انسان ہیں۔ یوسف نے کہا: خدا کی پناہ کہ جس کے پاس ہم نے اپنی چیز پائی ہے[۱۰۲]، ہم اُس کے سوا کسی اور کو پکڑیں۔ اِس صورت میں تو ہم نہایت ظالم ٹھیریں گے۔ اُس کا یہ جواب سن کر جب وہ اُس سے مایوس ہو گئے تو آپس میں مشورے کی غرض سے الگ بیٹھ گئے۔ اُن کے بڑے[۱۰۳] نے کہا: کیا تم جانتے نہیں ہو کہ تمھارے باپ نے خدا کے نام پر تم سے پکا قول و قرار لیا ہے اور اِس سے پہلے یوسف کے معاملے میں جو تقصیر تم سے ہو چکی ہے، اُسے بھی جانتے ہو؟ لہٰذا میں تو اِس سرزمین سے ٹلنے کا نہیں، جب تک میرا باپ مجھے اجازت نہ دے یا اللہ میرے لیے کوئی فیصلہ فرما دے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے[۱۰۴]۔ تم اپنے باپ کے پاس جاؤ اور اُن سے کہو کہ ابا جان، آپ کے بیٹے نے چوری کی

۱۰۲؎ یوسف علیہ السلام کی احتیاط ملحوظ رہے کہ جب اُنھیں مجبوراً بولنا پڑا تو اُنھوں نے یہ نہیں کہا کہ جس نے ہماری چیز چرائی ہے، بلکہ صرف یہ فرمایا کہ جس کے پاس ہم نے اپنی چیز پائی ہے۔ یہ اُس توریے کی نہایت عمدہ مثال ہے جس پر اخلاقی لحاظ سے کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔

۱۰۳؎ آیت میں اِس کے لیے 'اکبرھم' کا نہیں، بلکہ 'کَبِیْرُھُمْ' کا لفظ آیا ہے۔ عربیت کی رو سے یہ علم و دانش اور عقل و رائے میں بڑے کے لیے بھی آ سکتا ہے۔ لہٰذا اِس سے اگر یہوذا کو مراد لیا جائے تو زیادہ اقرب ہو گا۔ بائیبل میں صراحت ہے کہ یہ مشورہ اُسی نے دیا تھا۔

۱۰۴؎ اِس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ بھائی دوسروں سے مختلف تھا۔ یوسف کو قتل نہ کرنے کا مشورہ بھی غالباً اِسی نے دیا تھا۔ چنانچہ اُس کی غیرت نے گوارا نہیں کیا کہ ایک کے بعد اب وہ دوسرے بھائی کو بھی کھونے کا مجرم بن کر باپ کے سامنے حاضر ہو۔

وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ اَقْبَلْنَا فِيْهَا وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ﴿۸۲﴾ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ﴿۸۳﴾

وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰٓاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ

ہے اور ہم نے وہی بات کہی ہے جو ہمارے علم میں آئی ہے، ہم غیب کے نگہبان نہیں ہیں۔ آپ اُس بستی کے لوگوں سے پوچھ لیجیے، جہاں ہم رہے ہیں اور اُس قافلے سے پوچھ لیجیے جس کے ساتھ ہم آئے ہیں، ہم بالکل سچے ہیں۔ اُن کے باپ نے (یہ داستان سنی تو) کہا: (نہیں)، بلکہ تمھارے دل نے تمھارے لیے ایک بات بنالی ہے[۱۰۵]، اِس لیے صبر جمیل ہی بہتر ہے۔ امید ہے کہ اللہ اِن سب کو میرے پاس لے آئے گا[۱۰۶]۔ یقیناً وہی علیم و حکیم ہے۔ ۸۲-۸۳

اُس نے (یہ کہہ کر) اُن سے منہ پھیر لیا اور کہا: ہاے یوسف[۱۰۷]، اور غم سے اُس کی آنکھیں سفید پڑ گئی

۱۰۵؎ یعنی یہ بات کہ بن یمین نے فی الواقع چوری کی ہے، دراں حالیکہ یہ لوگ وہاں بھی کہہ سکتے تھے کہ ہم اپنے بھائی کو جانتے ہیں، وہ کبھی چوری نہیں کر سکتا۔ یہ پیالہ شاید کسی اور نے رکھ دیا ہو یا کسی غلطی سے وہ اُس کے اسباب میں بندھ گیا ہو۔ پھر باپ کے پاس آ کر بھی اُنھوں نے یہ نہیں کہا کہ بن یمین پر چوری کا الزام لگا دیا گیا ہے، بلکہ پورے یقین کے ساتھ کہہ دیا کہ آپ کے بیٹے نے چوری کی ہے۔

۱۰۶؎ یوسف علیہ السلام نے جو خواب ابتدائی زمانے میں دیکھا تھا، حضرت یعقوب اُسے خدائی بشارت سمجھتے تھے، لہٰذا اُنھیں یقین تھا کہ یوسف زندہ ہے، وہ اُسے ملیں گے اور اُس کا خواب پورا ہو کر رہے گا۔ یہ اُسی یقین کا اظہار ہے۔

۱۰۷؎ اِس وقت اگرچہ بن یمین کا معاملہ تھا، مگر یعقوب علیہ السلام نے یوسف ہی کو یاد کیا۔ استاذ امام امین احسن اصلاحی نے وضاحت فرمائی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''یہ بات کچھ عجیب نہیں کہ اِس تازہ حادثے نے بھی حضرت یعقوب کے دل میں حضرت یوسف ہی کے غم کو ہرا کیا۔ اول تو بن یمین کے حادثے کی نوعیت وہ نہیں تھی جو حضرت یوسف کے حادثے کی تھی، ثانیاً حضرت یعقوب کو

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

كَظِيْمٌ ﴿٨٤﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ
مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ﴿٨٥﴾ قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَالَا
تَعْلَمُوْنَ ﴿٨٦﴾ يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْئَسُوْا مِنْ
رَّوْحِ اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٨٧﴾

تھیں[۱۰۸] اور وہ گھٹا جا رہا تھا۔ بیٹوں نے کہا: خدا کی قسم، آپ یوسف ہی کو یاد کیے جائیں گے، یہاں تک کہ اپنے آپ کو گھلا دیں گے یا ہلاک ہو جائیں گے۔[۱۰۹] اُس نے کہا: میں اپنی پریشانی اور اپنے غم کا شکوہ اللہ ہی سے کرتا ہوں[۱۱۰] اور اللہ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ میرے بیٹو، جاؤ یوسف اور اُس کے بھائی کی ٹوہ لگاؤ اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔[۱۱۱] اللہ کی رحمت سے تو صرف منکرین ہی مایوس ہوتے ہیں۔۸۴-۸۷

حضرت یوسف سے جو دل بستگی تھی، وہ صرف بیٹے ہونے کے سبب سے نہیں تھی، بلکہ اُس میں اصلی دخل اُن کی اُن اعلیٰ صلاحیتوں کو تھا جن کی بنا پر حضرت یعقوب اُن سے اِس درجہ محبت کرتے تھے کہ وہ اپنے تمام بھائیوں کے محسود بن گئے اور بالآخر اُسی کے نتیجے میں بھائیوں کے ہاتھوں اُنھیں نہایت زہرہ گداز آزمایشوں سے گزرنا پڑا۔‘‘

(تدبر قرآن ۴/۲۴۸)

۱۰۸۔ عام مشاہدہ ہے کہ غم والم کی شدت اور بہت روتے رہنے سے پتلیوں اور پلکوں کی سیاہی متاثر ہو جاتی ہے اور آنکھوں کے سرخ ڈورے بھی آہستہ آہستہ غائب ہو جاتے ہیں، یہ اُسی حالت کا بیان ہے۔

۱۰۹۔ یہ بظاہر ہمدردی کا جملہ ہے، مگر غور کیجیے تو اِس میں بھی وہی جذبۂ حسد کارفرما ہے جو اُن کے تمام اقدامات کا باعث ہوا۔ اُن کا خیال تھا کہ یوسف کو ٹھکانے لگا کر وہ باپ کی تمام توجہ حاصل کر لیں گے، لیکن اُنھوں نے دیکھا کہ اِس کے نتیجے میں جو کچھ اُنھیں حاصل تھا، وہ بھی اُن سے چھن گیا ہے اور باپ کا اِس کے سوا کوئی کام ہی نہیں رہ گیا کہ جب تنہا ہوں، یوسف کی یاد میں نالہ وفریاد کرتے رہیں۔

۱۱۰۔ یہی ایک بندۂ مومن کے شایان شان ہے۔ وہ اپنے غم والم کا اظہار اپنے رب ہی سے کرتا ہے، اِس لیے کہ اُس کی تمام امیدیں اُسی سے وابستہ ہوتی ہیں اور وہ جانتا ہے کہ اُس کا یہ گریہ اور یہ زاری بالآخر اُس کی رحمت کو جوش

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَ اَهْلَنَا الضُّرُّ وَ جِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَ تَصَدَّقْ عَلَيْنَا اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ ﴿٨٨﴾ قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَ اَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ﴿٨٩﴾ قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَ هٰذَآ اَخِيْ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَ يَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٩٠﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَ اِنْ كُنَّا

پھر جب وہ (اگلی مرتبہ) یوسف کی پیشی میں داخل ہوئے تو اُنھوں نے (گڑگڑا کر) عرض کیا: اے عزیز، ہم اور ہمارے اہل وعیال بڑی مصیبت میں مبتلا ہیں اور ہم کچھ حقیر سی پونجی لے کر حاضر ہو گئے ہیں[112]، سو (عنایت فرمایئے اور) ہمیں پورا غلہ دیجیے اور ہم پر خیرات بھی کیجیے، اِس لیے کہ اللہ خیرات کرنے والوں کو جزا دیتا ہے[113]۔ (یہ سن کر یوسف سے رہا نہ گیا)، اُس نے کہا: تمھیں کچھ پتا ہے کہ جب تم جہالت میں مبتلا تھے تو یوسف اور اُس کے بھائی کے ساتھ تم کیا کر گزرے؟ وہ (چونک کر) بولے: کیا سچ مچ تمھی یوسف ہو؟ اُس نے کہا: ہاں، میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ اللہ نے ہم پر عنایت فرمائی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو خدا سے ڈرتے اور ثابت قدم رہتے ہیں، (اُن کا اجر اُنھیں لازماً ملتا ہے)، اِس لیے کہ اللہ اُن لوگوں کا اجر ضائع نہیں کرتا جو خوبی سے عمل کرنے والے ہیں[114]۔ اُنھوں نے کہا: بخدا، اللہ نے تم کو ہمارے اوپر برتری عطا فرمائی ہے اور اِس میں شبہ

میں لے آئے گی۔

۱۱۱؎ اِس سے واضح ہے کہ یعقوب علیہ السلام کو جس طرح حضرت یوسف کے معاملے میں اُن کے بیان کا یقین نہیں ہوا تھا، اُسی طرح بن یمین کے معاملے میں بھی نہیں ہوا۔

۱۱۲؎ اصل الفاظ ہیں: 'بِضَاعَةٍ مُّزْجٰةٍ'۔ یعنی ایسی حقیر پونجی جس کو کوئی قبول نہ کرے۔ اِس سے خیال ہوتا ہے کہ نقد کے بجاے وہ کوئی ایسی جنس لے کر گئے تھے جس کی وہاں کوئی خاص مانگ نہیں تھی۔

۱۱۳؎ اِس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ضرورت کس شان اور طنطنے کے لوگوں کو کہاں سے کہاں پہنچا دیتی ہے۔

لَخٰطِئِیْنَ ﴿۹۱﴾ قَالَ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ وَھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿۹۲﴾ اِذْھَبُوْا بِقَمِیْصِیْ ھٰذَا فَاَلْقُوْہُ عَلٰی وَجْہِ اَبِیْ یَاْتِ بَصِیْرًا وَاْتُوْنِیْ بِاَھْلِکُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۹۳﴾

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِیْرُ قَالَ اَبُوْھُمْ اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿۹۴﴾

نہیں کہ ہم ہی قصوروار تھے۔ یوسف نے کہا: اب تم پر کوئی الزام نہیں، اللہ تمھیں معاف کرے، وہ سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔ (جاؤ)، میرا یہ کرتا لے جاؤ اور اِس کو میرے باپ کے چہرے پر ڈال دو، اُن کی بینائی لوٹ آئے گی[۱۱۵] اور اپنے سب اہل وعیال کو لے کر میرے پاس آجاؤ۔ ۸۸-۹۳

جب یہ قافلہ (مصر سے) روانہ ہوا تو اُن کے باپ نے (کنعان میں اپنے گھر کے لوگوں سے) کہا: اگر تم یہ نہ کہو کہ بڑھاپے میں سٹھیا گیا ہوں تو میں یوسف کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں[۱۱۶]۔

۱۱۴؎ یہی وہ حقیقت ہے جس کی وضاحت کے لیے یہ تمام سرگذشت قریش مکہ کو سنائی گئی ہے۔

۱۱۵؎ یہ بڑی حیرت انگیز بات ہے جس کو سمجھنا آسان نہیں ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

''حضرت یوسف نے اپنے جسم سے لمس کیا ہوا کرتا ہی اپنی نشانی کے طور پر کیوں بھیجا؟ اور کرتے میں یہ اثر کہاں سے آیا کہ اِس سے بصارت عود کر آئے؟ یہ سوالات نہ ہر شخص کے حل کرنے کے ہیں اور نہ اِس کا حل ہر شخص کی سمجھ میں آ سکتا ہے۔ اِن چیزوں کا تعلق جذبات سے ہے اور جذبات بھی ایسے عالی مقام لوگوں کے کہ ایک طرف حضرت یعقوب ہیں، دوسری طرف حضرت یوسف۔ ہم عامی اِس طرح کے معاملات میں اِس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتے کہ سچے جذبات کی تاثیر وتاثر کے کرشمے ایسی حیرت انگیز صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں کہ عقل اُن کی توجیہ سے بالکل قاصر رہ جاتی ہے۔'' (تدبر قرآن ۴/ ۲۵۱)

۱۱۶؎ یعقوب علیہ السلام خدا کے پیغمبر تھے۔ اللہ تعالیٰ جن ہستیوں کو نبوت ورسالت کے لیے منتخب کرتا ہے، اُن کے قویٰ اور حواس کو اپنے قویٰ اور حواس پر قیاس نہ کرنا چاہیے۔ اُنھیں اللہ تعالیٰ جب چاہتے ہیں اور جس طریقے سے چاہتے ہیں، کسی معاملے سے آگاہ کر دیتے ہیں۔ چنانچہ یہاں بھی دیکھ لیجیے، یوسف علیہ السلام ۲۰ سال سے زیادہ

قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِیْ ضَلٰلِكَ الْقَدِیْمِ ﴿۹۵﴾ فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ اَلْقٰهُ عَلٰی وَجْهِهٖ
فَارْتَدَّ بَصِیْرًا قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾ قَالُوْا
یٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِئِیْنَ ﴿۹۷﴾ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُلَكُمْ رَبِّیْ
اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ﴿۹۸﴾

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰی یُوْسُفَ اٰوٰٓی اِلَیْهِ اَبَوَیْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ

لوگوں نے کہا: خدا کی قسم، آپ ابھی تک اپنے اُسی پرانے خبط میں مبتلا ہیں۔ پھر جب یہ ہوا کہ خوش خبری دینے والا پہنچ گیا[۱۱۷]، اُس نے کرتا یعقوب کے چہرے پر ڈال دیا تو یکایک اُس کی بینائی لوٹ آئی۔ تب اُس نے کہا: میں نے تمھیں بتایا نہ تھا کہ میں اللہ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ یوسف کے بھائی بول اُٹھے: ابا جان، آپ ہمارے گناہوں کی معافی کے لیے دعا کریں، واقعی ہم خطا کار تھے۔ اُس نے کہا: میں اپنے رب سے جلد[۱۱۸] تمھارے لیے مغفرت کی دعا کروں گا، بے شک وہی بخشنے والا ہے، اُس کی شفقت ابدی ہے۔ ۹۴-۹۸

پھر جب یہ لوگ یوسف کے پاس پہنچے، اُس نے اپنے والدین[۱۱۹] کو خاص اپنے پاس جگہ دی اور کہا:

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

مدت تک مصر میں رہے اور حضرت یعقوب کو کبھی اُن کی خوشبو نہ آئی، مگر اِس وقت اُن کی قوت ادراک یکایک ایسی تیز ہوگئی کہ یوسف کا پیرہن مصر سے چلا اور وہ اُس کی خوشبو محسوس کرنے لگے۔

۱۱۷ اصل الفاظ ہیں: 'فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ'۔ اِن میں 'اَنْ' سے پہلے ایک فعل محذوف ہے۔ ہم نے ترجمے میں اُسے کھول دیا ہے۔

۱۱۸ اصل میں لفظ 'سَوْفَ' آیا ہے۔ یہ اِس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ حضرت یعقوب نے اُن سے خاص اہتمام کے ساتھ اور خاص وقت میں دعا کا وعدہ فرمایا، یہ کہہ کر ٹال نہیں دیا کہ جاؤ، اللہ تمھیں معاف فرمائے۔

۱۱۹ یعنی اپنے والد اور اپنی سوتیلی والدہ کو جو اُن کی حقیقی خالہ بھی تھیں۔ بائیبل میں صراحت ہے کہ اُن کی والدہ وفات پا چکی تھیں۔

اٰمِنِیۡنَ ﴿۹۹﴾ وَرَفَعَ اَبَوَیۡہِ عَلَی الۡعَرۡشِ وَخَرُّوۡا لَہٗ سُجَّدًا وَقَالَ یٰۤاَبَتِ ہٰذَا تَاۡوِیۡلُ رُءۡیَایَ مِنۡ قَبۡلُ قَدۡ جَعَلَہَا رَبِّیۡ حَقًّا وَقَدۡ اَحۡسَنَ بِیۡۤ اِذۡ اَخۡرَجَنِیۡ مِنَ السِّجۡنِ وَجَآءَ بِکُمۡ مِّنَ الۡبَدۡوِ مِنۡۢ بَعۡدِ اَنۡ نَّزَغَ الشَّیۡطٰنُ بَیۡنِیۡ وَبَیۡنَ اِخۡوَتِیۡ اِنَّ رَبِّیۡ لَطِیۡفٌ لِّمَا یَشَآءُ اِنَّہٗ ہُوَ الۡعَلِیۡمُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۱۰۰﴾ رَبِّ قَدۡ اٰتَیۡتَنِیۡ مِنَ الۡمُلۡکِ وَعَلَّمۡتَنِیۡ

مصر میں، اگر اللہ چاہے تو امن چین سے رہیے۔[۱۲۰] (اپنے گھر پہنچ کر) اُس نے اپنے والدین کو تخت پر بٹھایا[۱۲۱] اور سب اُس کے لیے سجدے میں جھک گئے۔[۱۲۲] یوسف نے کہا: ابا جان، یہ میرے اُس خواب کی تعبیر ہے جو میں نے پہلے دیکھا تھا۔ میرے پروردگار نے اُس کو حقیقت بنا دیا۔ اُس نے مجھ پر بڑا کرم فرمایا، جب مجھے قید خانے سے نکالا اور آپ سب لوگوں کو دیہات سے یہاں لے آیا، اِس کے باوجود کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان فساد ڈلوا دیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ میرا پروردگار جو کچھ چاہتا ہے، اُس کے لیے نہایت مخفی راہیں نکال لینے والا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ

۱۲۰؎ یہ خیر مقدم کا جملہ ہے۔ بائیبل کا بیان ہے کہ یہ لوگ پہنچے تو حضرت یوسف نے شہر سے باہر نکل کر اِن کا خیر مقدم کیا اور اِنھیں اِس شان سے شہر میں لائے کہ ایک جشن کی صورت پیدا ہوگئی۔

۱۲۱؎ اِس سے مراد یہاں تخت شاہی نہیں، بلکہ وہ تخت ہے جس پر حضرت یوسف اپنے منصب کی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے لیے بیٹھتے تھے۔

۱۲۲؎ سجدے سے مراد یہاں وہ سجدہ نہیں ہے جو ہم خدا کے آگے کرتے ہیں، بلکہ رکوع کے طریقے پر جھکنا ہے۔ بڑوں کی تعظیم کے لیے اِس انداز میں جھکنا قدیم زمانے کا معروف طریقہ تھا۔ عربی زبان میں لفظ 'سجد' اِس معنی کے لیے بھی عام استعمال کیا جاتا ہے۔ بائیبل اور تالمود، دونوں میں تصریح ہے کہ جس چیز کو اصطلاحی سجدہ کہا جاتا ہے، وہ بنی اسرائیل کی شریعت میں بھی غیر اللہ کے لیے اُسی طرح ممنوع تھا، جس طرح ہماری شریعت میں ممنوع ہے۔ یہاں جس واقعے کا ذکر ہے، وہ کس طرح پیش آیا؟ استاذ امام لکھتے ہیں:

''حضرت یوسف نے اپنے والدین کو تعظیماً تخت پر جگہ دی۔ بقیہ لوگ حسب دستور عام لوگوں کے بیٹھنے کی جگہ پر بیٹھے ہوں گے۔ اِس کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسف نمودار ہوئے اور قاعدے کے مطابق اُن

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

مِنۡ تَاۡوِیۡلِ الۡاَحَادِیۡثِ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ اَنۡتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ
تَوَفَّنِیۡ مُسۡلِمًا وَّاَلۡحِقۡنِیۡ بِالصّٰلِحِیۡنَ ﴿۱۰۱﴾

وہی علیم و حکیم ہے۔ پروردگار، تو نے مجھے اقتدار میں حصہ عطا فرمایا اور باتوں کی تعبیر کر لینے کے علم میں سے بھی سکھا دیا۔ زمین اور آسمانوں کے بنانے والے، دنیا اور آخرت میں تو ہی میرا کارساز ہے۔ مجھے اسلام پر موت دے اور اپنے نیک بندوں کے زمرے میں شامل فرما[۱۲۳]۔ ۹۹-۱۰۱

کے خدم و حشم اُن کی تعظیم کے لیے جھکے تو ماحول سے متاثر ہو کر یہ لوگ بھی بے اختیارانہ اُن کی تعظیم کے لیے جھک پڑے۔'' (تدبر قرآن ۴/ ۲۵۴)

۱۲۳؎ سبحان اللہ، کیا حسن سیرت ہے! نہ گلہ نہ شکوہ، نہ طعن و تشنیع اور ملامت، نہ فخر جتانے اور بڑائی ظاہر کرنے کی کوشش، بلکہ اپنے پروردگار کی شکر گزاری اور اُس کے احسانات کا اعتراف اور بھائیوں کی تسلی کے لیے اپنی طرف سے یہ صفائی کہ درحقیقت یہ شیطان تھا جس نے میرے اور اُن کے درمیان برائی ڈال دی تھی۔ پھر خدا سے اُس کی بندگی پر استقامت اور صالحین کے زمرے میں شامل کیے جانے کی دعا جس پر بات ختم ہوئی ہے۔ قرآن اپنے ماننے والوں میں جو سیرت و کردار پیدا کرنا چاہتا ہے، یوسف علیہ السلام کی یہ گفتگو اُس کا بہترین نمونہ ہے۔

[باقی]

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org